خطبہ جمعہ

بعنوان

اسلامی فلاحی ریاست کا عملی قیام (1)

سلسلۃ منبر الحکمۃ

175

بتاریخ: 13 دسمبر 2019

بمطابق: ۱۵ ربیع الثانی ۱٤٤۰ ھج

بہ اہتمام

الحکمۃ انٹرنیشنل

5D1 ٹاؤن شپ، مادرِ ملت روڈ، نزد پائپ سٹاپ، لاہور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ، أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ [الحدید: 25]

''یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا، تاکہ لوگ انصاف کو قائم کریں۔''

تمہید:

ہر مسلمان کی یہ خواہش ہے کہ وہ ایک اسلامی فلاحی ریاست میں زندگی گزارے اور موجودہ حکمرانوں کا بھی یہی نعرہ ہے کہ ہم ریاست مدینہ کی طرز پر ایک ریاست تشکیل دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب حکمران بھی یہ عزم رکھتے ہیں اور عوام کی بھی یہ خواہش ہے تو پھر اس کو عملی جامہ پہنانے میں کیا چیز مانع ہے؟ ایسا کون سا باب ہے کہ جس سے اس سنہرے دور کا آغاز ہو سکتا ہے جو قرونِ اولیٰ کی یاد دِلاتا ہو، جس سے اسلام اور مسلمانوں کو ایک بار پھر بامِ عروج پر پہنچایا جا سکے، جس سے انسان کی دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی بہتر ہو جائے، جس میں بسنے والا ہر انسان دوسروں کے لیے خیر خواہی، ایثار، قربانی، ہم دردی، صداقت، شرافت اور دیانت کا جذبہ صادقہ رکھتا ہو اور معاشرہ اجتماعی طور پر اخوت و محبت اور امن و سلامتی کا ایسا گہوارہ بن جائے کہ ہر انسان کو دِین، مال اور عزت کامل طور پر محفوظ و مامون ہو جائیں۔

اس سلسلے میں عملی اقدامات کرنے کی تین بنیادی صورتیں ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

①......انفرادی کوشش

②......اجتماعی کوشش

③......حکمرانوں کی ذِمہ داری

ہم ان تینوں صورتوں پر بالترتیب تین خطبوں میں بات کریں گے۔ان شاء اللہ۔اس خطبے میں ہم بیان کریں گے کہ اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے لیےہمیں انفرادی طور پر کیا کوششیں کرنی چاہئیں؟

① سب سے پہلے خود کو درست کریں:

ہمیں اس مبارک کام کے لیےسب سے پہلے اپنے آپ سے ہی ابتدا کرنی چاہیے۔ کوئی بھی خواب اس وقت تک شرمندۂ تعبیرنہیں ہو پاتا جب تک بندہ اپنے آپ کوبھی اس عمل میں ڈھال نہیں لیتا جس کا وہ دوسروں سے مطالبہ کر رہا ہے۔قرآنِ کریم کے فرمان: ﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ میں یہی احساس دِلایا گیا ہے کہ جس مشن کوآپ لے کر اُٹھے ہیں،اس کی افادِیت واہمیت اورتمہارا صدق وخلوص اسی وقت ظاہر ہوگا جب آپ اپنے آپ سےعمل کا آغاز کریں گے،لوگ دیکھیں کہ آپ جن باتوں کی ترغیب انہیں دِلا رہے ہیں؛ اُن پرآپ خودکس قدرعمل پیرا ہیں؟ اگرآپ خودمجسمہ عمل ہوئےتو آپ کے لفظوں سےآپ کےعمل کی طاقت اس مشن کی کامیابی میں معاون بنے گی لیکن بدقسمتی سے اگرآپ خود ہی بےعمل ثابت ہوئے تو نہ صرف وہ مشن ہمیشہ ادھورا رہے گا بلکہ اس سے لوگوں کے ہاں آپ کی بددیانتی بھی ظاہر ہوجائے گی، نیز ﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ کا مصداق بنتے ہوئے گناہ الگ کمائیں گے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اس معاشرے کی اصلاح اور بہبود کے لیے ایک کونسلر سے لے کر وزیراعظم تک کو کونے سے پہلے اپنے آپ کوسیدھا کریں،خود کی اصلاح کریں اور اپنی ذات کوان امور کا پابند بنائیں جو ریاستِ مدینہ میں اہلِ مدینہ کا وصف ہوا کرتے تھے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس لیے کہ اگر ہم اپنے پانچ چھے فٹ کے بدن پر دین، اخلاق اور حسن معاملہ کے قوانین نافذ کرنے سے عاجز ہیں تو پھر ہمیں کسی سے بھی یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ فلاں بندہ اس ملک کی تقدیر بدل دے گا اور فلاں حکمران اس کو ریاست مدینہ بنا دے گا، کیونکہ جو کام صرف ہمارے خود کے کرنے والے تھے ہم نے ان کو تو کیا نہیں اور جن انفرادی اعمال کی برکت سے پورے معاشرے میں تبدیلی آ سکتی ہے ہم ان کو تو اپنانے کے لیے تیار نہیں ہیں، تو پھر ہمارا یہ دعویٰ ہی جھوٹا ہے کہ ہم ایک اسلامی فلاحی ریاست دیکھنا چاہتے ہیں جس میں اللہ و رسول کے حقوق پورے ہوتے ہوں، جہاں کسی مسلمان کی حق تلفی نہ ہوتی ہو، جہاں عدل و انصاف کا قیام ہو، جہاں امن و سلامتی کا دَور دورہ ہو، جہاں نسلی، گروہی اور مالی امتیازات نہ ہوں، جو اخلاق و کردار کی پاکیزگیوں سے مزین ہو، جس میں ہمدردی، خیر خواہی اور جذبہ ایثار و قربانی لوگوں کے امتیازی اوصاف ہوں۔ یہ سب تک ہی ممکن ہوگا جب ہم ہر اُس اچھے کام کی ابتدا اپنے آپ سے کریں گے جس کی توقع حکمرانوں سے لگائے بیٹھے ہیں۔

② بنیادی فرائض و واجبات کی ادائیگی:

ریاست مدینہ کی حقوق اللہ کے سلسلے میں اہم بنیادی خوبیاں یہ تھیں کہ وہاں سے شرک کا مکمل طور پر خاتمہ ہو چکا تھا، نمازِ پنجگانہ باقاعدگی سے باجماعت ادا کی جاتی تھی اور نماز چھوڑنا تو کجا؛ باجماعت ادا کرنے سے پیچھے رہنا بھی گوارا نہیں کیا جاتا تھا، زکاۃ کی ادائیگی اس قدر اہم معاملہ تھا کہ اس کی وصولی کے لیے شعبہ جات اور عاملین مقرر کیے گئے، صاحبِ نصاب پر زکاۃ اور صاحبِ استطاعت پر حج کا فریضہ بھی کامل طور پر لاگو تھا۔ لیکن آج ہمارا حال کیا ہے؟ یہ کسی سے بھی مخفی نہیں ہے۔ ہمارے پاس ہر کام کے لیے وقت ہے لیکن نماز کے لیے نہیں ہے، ایک مسلمان، کہ جسے یہ بھی علم ہو کہ روزِ قیامت سب سے پہلے نماز ہی کا سوال ہو گا اور پھر نبی ﷺ کا واضح فرمان ہے کہ مسلمان اور کافر کے درمیان فرق نماز

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چھوڑنے کا ہے۔ تو اس علم اور احساس کے بعد بھی کوئی بندہ نماز سے کوتاہی کیونکر برت سکتا ہے؟ ہمارے اندر مال کمانے اور جمع کرنے کی حرص اس قدر بڑھ چکی ہے کہ مال کا واجب حصہ راہِ خدا میں نکالنے سے بھی گریزاں رہتے ہیں۔ ہمیں ڈاکٹرز کے کہنے پر یا اپنی جسمانی فٹنگ کے لیے کئی کئی دن تک بھی ڈائٹنگ کرنا پڑے تو قبول ہے لیکن روزے میں بھوکا رہنا ہمیں بڑا دُشوار لگنے لگتا ہے۔ ہم کسی بھی پارٹی اور فنکشن پر لاکھوں روپے خرچ کرنے میں دیر نہیں لگاتے لیکن فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے توفیق اور دعا کے سہارے لینے لگتے ہیں۔ آخر ہم اپنی ترجیحات میں دینی فرائض کو کیوں نہیں رکھتے؟ ہم اپنے روزمرہ کے شیڈول میں ہمیشہ ان ہی کاموں کو ترجیح کیوں دیتے ہیں جو ربِ کریم کی طرف سے مطلوب ہی نہیں ہے اور جو مطلوب ہیں ان کی فکر ہی نہیں کرتے؟! بلاشبہ یہ ہر مسلمان کے لیے لمحہ فکریہ ہے!! جب ہم فرائض میں ہی کوتاہی کے مرتکب ہوں گے تو نفل و مستحب کاموں کا اہتمام کیسے کر سکتے ہیں؟ اور پھر اسلامی فلاحی ریاست کا خواب شرمندہ تعبیر کیسے ہو سکتا ہے؟

وہ اسلامی ریاست ہی تھی کہ جس میں نبی کریم ﷺ کی طبیعت نہایت ناساز تھی، نماز کا وقت ہوا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پھر جب آپ کو کچھ افاقہ ہوا تو دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد کی طرف چل دِیے، ٹھیک سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا اور پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے، لیکن نماز کو اس کے وقت میں ہی ادا کر کے یہ بتلا دیا کہ نماز کس قدر اہم اور واجب عبادت ہے۔ اگر ہماری صرف نماز درست ہو جائے تو معاشرے کی بہت سی خرابیاں خود بہ خود درست ہو سکتی ہیں، کیونکہ نماز کی یہ زبردست خوبی اور بڑا ہی عظیم فائدہ ہے کہ:

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [العنکبوت: 45]

''یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔''

اگر کوئی شخص کہے کہ ہم نے بہت سے لوگ ایسے بھی دیکھے ہیں جو نمازوں کے بھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پابند ہوتے ہیں اور برے کاموں سے بھی باز نہیں آتے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نماز کو اس کی رُوح کے مطابق نہیں پڑھتے۔ نماز کو اگر مکمل خشوع وخضوع اور اس احساس کے ساتھ ادا کیا جائے کہ میں پروردگارِ عالم کے سامنے کھڑا ہوں جو میرے ظاہر و باطن سے واقف ہے اور میرے ہر چھوٹے بڑے عیب کو جانتا ہے، تو یقین کیجیے کہ نماز بھی تمام محاسن کے ساتھ ادا ہوگی اور پھر نماز کے بعد کوئی برائی اور بے حیائی کرنے کو دل بھی نہیں چاہے گا، کیونکہ پھر انسان کے ذہن میں یہ شعوری احساس بیدار ہو جاتا ہے کہ میں نے ابھی تھوڑی دیر میں اگلی نماز کے لیے دوبارہ اسی رب تعالیٰ کے حضور میں جانا ہے اور پھر سے اس کے سامنے دعا ومناجات کرنی ہیں، اگر میرا حال اگلی نماز تک تبدیل نہ ہوا تو میں اللہ کے سامنے کس منہ سے التجائیں اور دعائیں کروں گا؟

جب اس احساس کے ساتھ نماز ادا ہوگی تو یقیناً نماز اپنا اثر دِکھائے گی اور نماز پڑھنے والا ہر شخص بے حیائی اور برے کاموں سے باز رہنے لگے گا۔ تو جب ہر بندہ برائی سے اجتناب کی کوشش کرنے لگے گا تو پورا معاشرہ خود بہ خود ہی خوش گوار اور امن ومحبت کا گلشن بن جائے گا۔ یہ تو نماز کا دُنیوی فائدہ ہے، جو دس، پچاس یا سو نہیں، بلکہ پورے معاشرے کی خوش حالی اور پرامن ہونے کا باعث بن جاتا ہے، اور دوسرا عظیم فائدہ یہ ہے کہ انسان اس جہان میں جنت کا مہمان بن جاتا ہے جو اس کا اصل اور دائمی مقام ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خَمْسٌ مَنْ جَاءَ بِهِنَّ مَعَ إِيمَان دَخَلَ الْجَنَّةَ: مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ عَلَى وُضُوئِهِنَّ وَرُكُوعِهِنَّ وَسُجُودِهِنَّ وَمَوَاقِيتِهِنَّ، وَصَامَ رَمَضَانَ، وَحَجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، وَأَعْطَى الزَّكَاةَ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، وَأَدَّى الْأَمَانَةَ)).

''پانچ اعمال ایسے ہیں کہ جس شخص نے ایمان کے ساتھ ان پر عمل کیا وہ جنت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں جائے گا: ① جس نے نمازِ پنجگانہ کی ان کے وضو، رکوع وسجود اور ان کے اوقات سمیت پابندی کی ② رمضان کے روزے رکھے ③ اگر اس کے پاس سفر کے اخراجات کی طاقت ہو تو حج کیا ④ خوش دِلی سے زکاۃ ادا کی اور ⑤ امانت ادا کی۔''

[حسن] سنن أبی داود، کتاب الصلاۃ، باب فی المحافظة علی وقت الصلوات، ح: 429

③ دِینی تعلیم کا حصول:

اسلامی فلاحی ریاست کا اوّلیں اصول یہی ہے کہ ہر انسان کو علم کی دولت سے مالا مال ہو اور اسے اسلام کی بنیادی تعلیمات کے علاوہ فرائض و واجبات اور روزمرہ کے پیش آمدہ مسائل میں شرعی راہنمائی کا علم ہو۔ جہالت کی زندگی گمراہی کی زندگی کے مترادف ہے، اس لیے خود بھی راہِ ہدایت پر گامزن ہونے کے لیے اور لوگوں کے قلوب و اذہان کو بھی اس سے منوّر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ تعلیم و تعلم سے وابستگی رکھے، کیونکہ یہ اسلام کا بنیادی ترین امر ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ پر بھی اللہ تعالیٰ نے جو پہلی وحی نازل فرمائی، وہ تعلیم و تعلم ہی سے متعلقہ تھی، ملاحظہ ہو:

﴿اِقْـرَاْ بِـاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۞ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۞ اِقْـرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْـرَمُ ۞ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۞ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۞﴾ [العلق: 1 ـ 5]

''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، اس نے انسان کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا رب بڑا عزت والا ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، اس نے انسان کو وہ علم دیا جسے وہ جانتا ہی نہ تھا۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علاوہ ازیں علم کی اہمیت سے خوب واقف کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے یہ فرمادِیا کہ:

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ))

''علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے''

سنن ابن ماجه: 224

مروجہ نظامِ تعلیم اور اسلام کے فلسفہ تعلیم میں جوہری فرق یہ ہے کہ یہ صرف مادیت کے حصول کو ترجیح دیتا ہے اور اسلام دُنیاوی زندگی میں جائز آسائش و آرام، سکون اور کامیابی کی نفی نہیں کرتا بلکہ اس کو بھی بہتر بنانے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے لیکن صرف ضرورت کی حد تک۔ کیونکہ اگر اسی کو مقصد حیات بنا لیا جائے تو آخرت کی فکر ختم ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اسلام دُنیا کے مقابلے میں کہیں زیادہ آخرت کی فوز و فلاح اور ابدی نجات کو اپنے تعلیمی و تربیتی نظام کا اساسی ہدف قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ [القصص: 77]

''اور جو کچھ تجھے اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کو تلاش کر اور اپنے دنیاوی حصے کو نہ بھول، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو، یقیناً اللہ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے۔''

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو دِینی تعلیم ضرور دِلائے، اس کے اُخروی جہان میں ملنے والے انعامات کے علاوہ دنیا میں بھی بہت سے فوائد ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۞ دینی تعلیم ہی نفع مند تعلیم ہے، جس کے دنیا میں بھی ثمرات ملتے ہیں اور آخرت میں بھی بے پناہ فوائد حاصل ہوں گے۔ آخرت میں اجر وثواب اور انعامات کی صورت میں جو فوائد ملنے ہیں؛ وہ آپ نے گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما لیے۔ دنیا میں جو عمومی ثمرات حاصل ہوتے ہیں؛ وہ مختصراً یہ ہیں کہ:

۞ گھر میں روحانیت کا ایک زبردست ماحول بن جاتا ہے، جس کی وجہ سے شیاطین دُور رہتے ہیں اور گھر ہر طرح کے برے اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔

۞ بنیادی تعلیم کی ابتدا قرآنِ کریم سے کرنے میں بچے کا ذہن کھلتا ہے جو دیگر تعلیم کے لیے بہت کارگر اور مفید ثابت ہوتا ہے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ قرآنِ کریم کا حافظ بچہ دِیگر بچوں کی نسبت بہت ذہین اور ہوشیار ہوتا ہے۔ اس میں سبق جلدی یاد کرنے کی صلاحیت وافر طور پر موجود ہوتی ہے اور اس کا حافظہ بھی مضبوط اور قوی ہوتا ہے۔

۞ گھر علم اور اخلاق کا گہوارہ بن جاتا ہے، کیونکہ یہ بات حقیقت ہے کہ علمِ دین سے آراستہ شخص جس قدر اخلاقیات سے متصف ہوتا ہے، دوسرے نسبتاً اتنے نہیں ہوتے۔ دِینی تعلیم کے اداروں میں علم کے ساتھ ساتھ اخلاق بھی سکھایا جاتا ہے اور یہ طرزِ عمل اسلاف سے ہی چلا آ رہا ہے۔ جیسا کہ امام سمعانی رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مجلس میں پانچ ہزار کے قریب طلبہ شریک ہوا کرتے تھے، جن میں سے پانچ سو ان سے صرف حدیث کا علم سیکھتے جبکہ بقیہ تمام لوگ علم کے ساتھ ساتھ ان سے اخلاقیات وآداب بھی سیکھا کرتے۔

سير أعلام النبلاء: 11/ 316

اسی طرح ابوبکر مطوعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں امام احمد رحمہ اللہ کی مجلسِ حدیث میں بارہ سال تک شرکت کرتا رہا ہوں اور اس دوران میں نے ان سے احادیث کا علم حاصل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرنے کے ساتھ ساتھ آداب واخلاقیات بھی سیکھے۔

سیر أعلام النبلاء: 11/ 316

۞ دینی تعلیم حاصل کرنے والے بچے میں بڑوں کا ادب واحترام، رشتوں کا پاس ولحاظ اور حسنِ معاشرت کے اصول وآداب بھی بہتر طور پر پائے جاتے ہیں۔ انہیں کام کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہوتا ہے اور بات کرنے کا سلیقہ بھی۔

۞ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد سے آگاہی اور کسی کی بھی حق تلفی کرنے کے نقصان اور قباحت سے واقف ہونے کی وجہ سے متعلمِ دین کسی بھی طرح کے ظلم وزیادتی سے اجتناب کرتا ہے، جس کے نتیجے میں ایک بہت ہی خوب صورت معاشرتی زندگی وجود میں آتی ہے۔

۞ علمِ دین سے آراستہ شخص میں فرماں برداری کا جذبہ اور تابع فرمانی کی خُو پائی جاتی ہے۔ وہ اپنے والدین، بڑوں اور بزرگوں کے حکم کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں کرتا۔

۞ والدین کی خدمت اس شعور کے ساتھ کرتا ہے کہ یہ اللہ ورسول کا حکم بھی ہے اور باعثِ اجر وثواب بھی۔ جس بناء پر وہ خوب جی بھر کے ان کی خدمت گزاری کرتا ہے۔

۞ دِین کا طالب علم اپنے اساتذہ کا بہت مؤدب ہوتا ہے، کیونکہ اسے یہ شعور ہوتا ہے کہ مجھے جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم و ہدایت کی روشنی کی طرف لانے والے یہی اصحابِ خیر ہیں، لہٰذا یہ سب سے زیادہ احترام اور اکرام کے لائق ہیں۔ جبکہ بدقسمتی کے ساتھ یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہمارے عصری تعلیم کے اداروں میں استاد کی پہلے جیسی عزت نہیں رہی، جو شخصیت قوم کی معمار ہے وہ اپنے ہی تلامذہ کے ردِ عمل سے خائف رہتی ہے۔ جدید تعلیمی نظام کی ایک بڑی خرابی یہ سامنے آئی ہے کہ طلبہ کی نظر میں استاد محض ایک ملازم کی حیثیت میں رہ گیا ہے اور اس کی جانب سے ہونے والے کسی بھی تادیبی عمل کے جواب میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ردِعمل کا اظہار کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔

دِینی تعلیم کے اداروں میں طلبہ کی تربیت ہی اس نہج پر کی جاتی ہے کہ وہ سر تا پا سراپا ادب بن جاتے ہیں۔مشہور واقعہ ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے کو امام اصمعی رحمہ اللہ کی خدمت میں حصولِ علم کے لیے بھیجا۔ وہ اپنے استاذ کا بہت خدمت گزار ثابت ہوا۔ایک دن خلیفہ امام صاحب کی مجلس میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ وہ وضو فرما رہے ہیں اور ان کا بیٹا برتن ہاتھ میں لیے پانی ڈال رہا ہے تو خلیفہ اپنے بچے (کے اس کمالِ ادب کے باوصف بھی اس) سے یہ کہنے لگے کہ تمہیں چاہیے تھا کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالتا اور دوسرے ہاتھ سے استاد کے پاؤں دھوتا۔

۞ علمِ نافع، یعنی دِینی تعلیم حاصل کرنے والے کو اپنی ذِمے داریوں کا احساس ہوتا ہے اور وہ ان کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں برتتا، کیونکہ اسے مدرسے میں یہ سبق پڑھایا گیا ہوتا ہے کہ ہر شخص ذِمے دار ہے اور وہ روزِ قیامت اپنی اس ذِمے داری کے متعلق جواب دہ بھی ہوگا کہ کس قدر نبھائی اور کتنی کوتاہی کی؟

۞ اس کی زندگی بامقصد ہوتی ہے، وہ بے مقصد زندگی نہیں گزارتا کہ بس کھا پی لیا اور شب و روز بسر کر دِیے۔ بلکہ اپنے فرائض سے آگاہ رہتے ہوئے، اپنی ذِمہ داریوں کا احساس رکھتے ہوئے اور اپنی تخلیق کے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی گزارتا ہے اور تمام تر کاموں سے بہ خوبی طور پر عہدہ برآ ہوتا ہے۔

یقیناً ایسی تربیت دِینی اداروں کا ہی امتیاز ہے۔لہٰذا ان ایام میں مدارس و جامعات میں داخلے شروع ہیں، آپ بھی اپنی دنیا اور آخرت کے فوائد وثمرات سمیٹنے کے لیے اپنے بچوں کو علمِ نافع سے فیضیاب کریں اور اس سعادت سے ہمکنار ہونے والوں میں شامل ہو جائیں۔

جن بچوں کو کم سنی میں ہی علمِ دین کے حصول کے لیے لگا دیا جاتا ہے وہ بہت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

Brilliant بچے ثابت ہوتے ہیں لیکن اس کے برعکس جن کو بچپن میں حصولِ علم کے لیے نہیں لگایا جاتا تو انہیں وہ رغبت اور طلب حاصل نہیں رہتی، کیونکہ پھر انسان کے مشاغل و مصروفیات بڑھ جاتی ہیں، جس کی وجہ سے وہ دن رات دیگر کاموں سے ہی فارغ نہیں ہو پاتا چہ جائیکہ وہ تعلیم کے لیے وقت نکالے، پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ویسے کا ویسا ہی علم سے بے بہرہ رہتا ہے اور جہالت کی زندگی گزارتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ بچپن ہی سے تعلیمی عمل کے ساتھ منسلک ہوا جائے کیونکہ یہ بدرجہا بہتر اور تا عمر مفید ثابت ہوتا ہے جیسا کہ امام حسن رحمہ اللہ کا قول ہے:

طَلَبُ الْحَدِيثِ فِي الصِّغْرِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ

''بچپن میں علم حدیث کا حصول پتھر پر نقش کی طرح ہوتا ہے۔''

جامع البيان العلم وفضله، ص: 99

یعنی تا حیات ثابت رہتا ہے کبھی مٹ نہیں پاتا۔ لہٰذا اپنے بچوں کو ابتدا ہی سے قرآن کی تعلیم سے آراستہ کیجیے اور اپنی دنیا و آخرت کی بھلائی کا سامان کیجیے۔

④ اہل خانہ کی اصلاح و تربیت:

اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے لیے جس قدر تعلیم ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ تربیت کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نَحْنُ اِلٰى قَلِيلٍ مِنَ الْأَدَبِ أَحْوَجُ مِنَّا اِلٰى كَثِيرٍ مِنَ الْعِلْمِ

''ہمیں بہت زیادہ علم کی بہ جائے تھوڑے سے ادب کی زیادہ ضرورت ہے۔''

مدارج السالكين: 2/ 356

اس لیے اس کی اہمیت کے پیش نظر ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے بچوں کی تربیت اسلامی خطوط پر کرے، تا کہ ان میں علمی ارتقاء آنے کے ساتھ ساتھ دینی و اخلاقی شعور بھی مضبوط ہوتا رہے۔ انسان اپنے اہل خانہ کے جن افراد کا والی و سرپرست ہو تو ان کی مالی ضروریات

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پوری کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اصلاح وتربیت کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔اپنے بچوں کی تربیت اسلامی نقطہ نظر سے کیجیے تاکہ وہ جہاں تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے دین و وطن کی خدمات انجام دے سکیں وہاں باکردار ہونے کے باعث ایک مثالی معاشرہ قائم کرنے میں بھی معاون بن سکیں۔ یہ بات ہمیں ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ بچوں کی تعلیم سے زیادہ ان کی تربیت اہم ہے۔ کیونکہ علم خواہ جتنا بھی حاصل کر لیا جائے اگر آداب نہ سیکھے ہوں تو وہ علم چنداں مفید ثابت نہیں ہوگا اور انسانی شخصیت میں ذرا سا بھی حسن پیدا نہیں کر پائے گا۔

اسی ذِمہ داری کا احساس دِلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰۤئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ [التحریم: 6]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچا لو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس آگ پر سخت دل اور بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انہیں حکم دے، اور جس کام کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اسے وہ فوراً بجالاتے ہیں۔''

آپ اس بات کو اس انداز میں سوچیں کہ اگر ہر مسلمان اپنی اس ذِمے داری کا احساس کرنے لگے اور اپنے بچوں کی دِینی خطوط پر تربیت کرنا شروع کر دے، اور یہی سوچ آگے سے آگے منتقل ہوتی جائے اور ایک باپ کو دیکھ کر دوسرے باپ میں بھی یہی جذبہ پیدا ہو اور وہ عملاً اس کا اہتمام کرنے لگے، تو بلاشبہ ایک عظیم خوش گوار معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے، کہ جب ہر بچے کو اس کے گھر سے ہی بااخلاق اور باکردار رہنے کی تربیت ملے گی تو معاشرے میں کسی کی بھی جان، مال اور عزت کو نقصان نہیں پہنچ پائے گا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

⑤ ہر کام نظم و نسق کے ساتھ:

دین اسلام کی ہر عبادت سے نظم و نسق کی تعلیم ملتی ہے۔ نماز کی ادائیگی وقت مقررہ پر کرنا فرض کی گئی ہے، روزوں کی سحر و افطار بھی ایک خاص وقت میں ہوتی ہے، زکاۃ کی فرضیت لاگو ہونے کے لیے بھی پورے ایک سال کا وقت متعین ہے اور حج بھی خاص ایام میں ادا کرنا فرض قرار دیا گیا ہے......غرضیکہ ہر عبادت کا ایک خاص نظم و نسق کے ساتھ حکم دیا گیا ہے۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم سب کا بھی یہی معمول ہونا چاہیے کہ ہم ہر کام کو، خواہ وہ دینی ہو یا دُنیوی، نظم و نسق کے ساتھ کریں۔ نظم کا مطلب ''لڑی میں پرونا'' ہے، یعنی اسلام اعمالِ اُمت کے لیے ایک مالا ہے اور اس مالا میں اُمت کا ہر عمل اور فعل یوں پرو دیا گیا ہے کہ کوئی دانہ آگے پیچھے نہیں ہے بلکہ ترتیب اور سلیقے کے ساتھ اپنے وقت پر ہی آگے آتا ہے۔ اگر یہ سلیقہ شعاری اور ترتیب قائم نہ رہے تو لڑی ٹوٹ کر بکھر جائے گی اور ہر دانہ دوسرے سے جدا ہو کر دُور دُور جا گرے گا۔

اس لیے ضروری ہے کہ ہم بحیثیت مسلمان اپنا ہر کام نہایت خوش اسلوبی اور عمدہ ترتیب و تزئین کے ساتھ انجام دیں۔ ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر کریں، تاکہ ایک کام کی وجہ سے دوسرا ڈسٹرب نہ ہو اور سب کام اپنے اپنے مقررہ وقت پر پورے بھی ہو سکیں اور اچھے انداز میں بھی انجام پا سکیں۔ اس سے ہمارے مہذب، تعلیم یافتہ اور سلیقہ مند ہونے کا ثبوت ملے گا۔ نبی کریم ﷺ کی مثالی ریاستِ مدینہ اسی بناء پر ہی بے مثال تھی کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسے ایسے اصولِ زندگی کے گوہر عطا کیے جو کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آ سکتے تھے اور پھر آپ ﷺ بیشتر احکام و فرامین کو اسلام کے ساتھ جوڑ کر بتاتے اور اس پر فضیلت کو بیان فرماتے، تاکہ مسلمانوں میں اس عمل اور ادب کو اپنانے کی ترغیب بھی پیدا ہو اور وہ خوش دِلی کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوں۔ جیسا کہ آپ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُحِبُّ اِذَا عَمِلَ أَحَدُکُمْ عَمَلًا أَنْ یُتْقِنَهٗ))

''یقیناً اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی بندہ عمل کرے تو اسے سلیقے اور عمدگی کے ساتھ کرے۔''

[حسن] الجامع الصغیر للسیوطی: 1855 ـ سلسلة الأحادیث الصحیحة: 1113

⑥ احساسِ ذِمہ داری:

ہر شخص کسی نہ کسی ذِمے داری کا بار اُٹھائے ہوئے ہے۔ باشعور لوگ اپنی ذِمہ داریوں کو اچھے طریقے سے ادا کرتے ہیں جبکہ لاپروا لوگ اپنی ذِمہ داریوں سے کوتاہی برتتے ہیں۔ ایک مسلمان کے شایانِ شان ہی نہیں ہے کہ وہ اپنی ذِمہ داریوں سے بھاگے۔ اس کی نہ تو اس کا دین اسے اجازت دیتا ہے اور نہ ہی اخلاقیات۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ، الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِی أَهْلِهٖ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِیَةٌ فِی بَیْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِیَّتِهَا)).

''تم میں سے ہر شخص ذِمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی ذِمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا، امام (حکمران اپنی رعایا کے امور کا) ذِمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے گھر والوں کا ذِمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذِمہ داری کے بابت سوال ہوگا اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذِمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذِمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا۔''

صحیح البخاری، کتاب الأحکام، باب قول اللہ تعالی: ﴿وأطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم﴾، ح: 7137 ـ صحیح مسلم، کتاب الأمارة، باب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر ، ح: 1829

معلوم ہوا کہ دنیا میں آنے والا ہر شخص کسی نہ کسی فرد یا افراد کا نگران اور ذِمہ دار ہے اور روزِ قیامت اس سے اس کے زیرِ نگیں لوگوں اور اس کی ذِمہ داریوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ تمہاری نگرانی میں فلاں فلاں لوگ تھے، تم پر ان کی یہ یہ ذِمہ داریاں عائد تھیں تو تم نے وہ کس قدر نبھائی ہیں؟ وہ اللہ و رسول کے فلاں فلاں حکم سے سرتابی کیا کرتے تھے تو تم نے انہیں کیوں نہیں سمجھایا؟ ان کی خبر کیوں نہیں لی؟ جاننے کے باوجود بھی ان سے اللہ و رسول کی نافرمانی ترک کروا کر شرعی احکام کی بجا آوری کا انہیں پابند کیوں نہیں بنایا؟ چنانچہ وہ رب تعالیٰ کے حضور اپنے علاوہ اپنے زیرِ نگرانی لوگوں کے بابت بھی جوابدہ ہوگا۔ اس لیے ہر شخص کو اس ذِمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں چھوڑنا چاہیے تاکہ کل روزِ قیامت رب تعالیٰ کے حضور جواب دہی کے معاملے کو آسان بنایا جاسکے۔

⑦ فرائض منصبی میں دیانت داری:

ہم حکمرانوں سے یہ گلہ اور شکوہ تو کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ووٹوں سے منتخب ہو کر ایوانِ بالا میں پہنچتے ہیں اور پھر ہماری نمائندگی اور ہمارے حقوق کی ادائیگی کرنا ہی بھول جاتے ہیں۔ وہ ہمارے گلی محلے، گاؤں اور شہر کے ترقیاتی کام کروانے میں غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جن کاموں کا وعدہ کر کے وہ اس منصب کو حاصل کرتے ہیں ان کاموں کو مکمل کرنا تو دُور کی بات، ابتدا کرنا بھی گوارا نہیں کرتے، جبکہ قوم کے ادا کیے ہوئے ٹیکسز سے تنخواہیں اور مراعات باقاعدہ وصول کرتے رہتے ہیں ......لیکن ......کبھی یہ سوچنے کی زحمت نہیں کرتے کہ جو ہم ملازمت کر رہے ہیں، کیا ہم وہ مکمل دیانت داری کے ساتھ کر رہے ہیں؟ کیا ہم اپنا ڈیوٹی ٹائم پورا کرتے ہیں؟ کیا ہم ادارے، آفس اور فیکٹری مالک کی طرف سے دِیے گئے تمام کام مکمل ایمان داری سے انجام دیتے ہیں؟ جبکہ تنخواہ ہم بھی مہینے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بعد پوری وصول کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر تو ہم اپنی اپنی ملازمت مکمل امانت و دیانت کے ساتھ انجام دے رہے ہیں تو ہمارا رزق حلال ہے لیکن اگر ہم اپنی ڈیوٹی کے ٹائم میں، دوکان، فیکٹری یا ادارے کے مال میں، کام کرتے ہوئے مکمل محنت کرنے اور صلاحیت صرف کرنے میں بد دیانتی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو یاد رکھیے کہ نہ صرف ہماری کمائی حلال نہیں رہے گی بلکہ ہم اپنے مالک اور افسر کے ساتھ ساتھ اللہ کے بھی مجرم ہیں۔ یاد رکھیے! مجموعی تبدیلی اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک ہم انفرادی طور پر اپنی اپنی ذات کو درست نہیں کر لیتے۔ جب ہر بندہ اپنی ملازمت کے ساتھ مخلص ہوگا، دیانت داری کا مظاہرہ کرے گا، مالی اور دیگر ہر طرح کی کرپشن سے پاک ہوگا تو پھر ہی اسلامی فلاحی ریاست وجود میں آسکتی ہے، ورنہ تو یہ خواب شرمندہ تعبیر ہونے سے رہا!!

⑧ مالی معاملات میں صداقت و دیانت:

آج کا مسلمان جس خرابی کا سب سے زیادہ شکار ہے وہ مالی معاملات میں راست روی نہ ہونا ہے۔ ہم حکمرانوں سے تو یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ کرپشن سے پاک رہیں لیکن خود کسی نہ کسی معاملے میں مالی بے ضابطگی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ہم میں سے ہر وہ شخص جو اسلامی فلاحی ریاست قائم ہونے کی خواہش رکھتا ہے؛ اسے یہ سوچنا چاہیے کہ کیا وہ ایسے تمام اعمال کو اپنائے ہوئے ہے جس کی وہ حکمرانوں یا معاشرے سے مطالبہ رکھتا ہے؟

❀ ......کیا اس نے کسی کا حق تو نہیں مارا ہوا؟ اگر مارا ہے تو اسے نبی ﷺ کا یہ فرمان ذہن میں رکھنا چاہیے:

((اِتَّقُوْا دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهَا تَصْعَدُ إِلَى السَّمَاءِ كَأَنَّهَا شَرَارَةٌ)).

''مظلوم کی بددعا سے بچو؛ کیونکہ یہ اس طرح آسمان پہ چڑھتی ہے کہ جیسے آگ کا انگارہ ہو۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[صحیح] صحیح الجامع: 118 ـ سلسلة الأحاديث الصحيحة: 871

❀......کیا اس نے کسی کا مال تو ہڑپ نہیں کیا ہوا؟ اگر کیا ہے تو اس کا رسولِ کریم ﷺ کا یہ فرمان پڑھ لینا چاہیے:

((مَـنْ أَخَـذَ أَمْـوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَائَهَا أَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ ، وَمَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ))

''جو لوگوں کا مال (بطورِ قرض) لیتا ہے اور وہ اسے ادا کرنا چاہتا ہو تو اس کی طرف سے اللہ تعالیٰ ادا فرما دیتا ہے لیکن جو لوگوں کا مال واپس نہ کرنے کے اردے سے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے تباہ کر دیتا ہے۔''

صحيح البخاری، كتاب الاستقراض، باب من أخذ أموال الناس يريد أدائها أو اتلافها، ح: 2387

❀......کیا وہ سودی لین دین تو نہیں کرتا؟ اگر کرتا ہے تو اسے رسولِ پاک ﷺ کی زبانِ مبارک سے بیان ہونے والی یہ وعید سن لینی چاہیے کہ:

((اَلـرِّبَا ثَلَاثٌ وَسَبْعُوْنَ بَاباً ، أَيْسَرُهَا مِثْلَ أَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهٗ))

''سُود کے تہتر (73) درجات ہیں، ان میں سے کم تر درجہ اس کے مثل ہے کہ آدمی اپنی ماں سے نکاح کر لے۔''

[صحيح] المستدرك للحاكم: 2259 ـ صحيح الجامع: 3539

اسی طرح سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

لَـعَـنَ رَسُـوْلُ الـلّٰهِ ﷺ اٰكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ: ((هُمْ سَوَاءٌ))

''رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سُود کھلانے والے، اس کو لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ ''یہ سب (جرم میں)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

برابر ہیں۔''

صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب لعن آکل الربا وموکلہ، ح: 1598

❀ ...... اسے سوچنا چاہیے کہ وہ اپنے کام کروانے کے لیے رِشوت تو نہیں دیتا؟ یا اپنے عہدے کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے لوگوں سے رِشوت تو نہیں لیتا؟ اگر ایسا ہے تو وہ یہ وعید سن لے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ.

''رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے اور دینے والے (دونوں) پر لعنت فرمائی ہے۔''

[صحیح] سنن أبی داود، کتاب الأقضیة، باب کراهیة الرشوة، ح: 3580 ـ سنن الترمذی، أبواب الأحکام، باب الراشی والمرتشی فی الحکم، ح: 1337

❀ ...... کیا اس نے کاروبار میں کسی کو دھوکہ تو نہیں دیا؟ اگر دھوکہ دیا ہے تو وہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان سن لے:

((مَنْ غَشَّ فَلَيسَ مِنَّا))

''جس نے دھوکہ دیا، وہ ہم میں سے نہیں۔''

[صحیح] صحیح الجامع: 6406

❀ ...... کیا اس نے مال کمانے کے لیے اور قیمتیں بڑھنے کے انتظار میں مسلمانوں کی ضرورت کی کوئی چیز ذخیرہ کر کے مسلمانوں کو اذیت میں مبتلا تو نہیں کر رکھا؟ اگر ایسا کر رکھا ہے تو اس کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ))

''جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ گناہ گار رہوگا۔''

صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم الاحتکار فی الأقوات، ح: 1605

❀ ...... کیا اس نے اچھی چیز میں گھٹیا چیز کی ملاوٹ، یا کسی چیز کی مقدار بڑھانے کے لیے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس میں کسی اور چیز کی ملاوٹ کر کے تو نہیں بیچا؟ اگر ایسا کیا ہے تو اسے یہ جان لینا چاہیے کہ ایک بار رسولِ کریم ﷺ نے دیکھا کہ ایک آدمی نے اوپر خشک اناج لگا کر اس کے اندر گیلا اناج رکھ دیا، تاکہ گاہک کو علم نہ ہو سکے اور وہ دونوں ہی خرید کر لے جائے۔ یہ دیکھ کر نبی ﷺ نے اس سے فرمایا:

((مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟ أَفَلَا جَعَلْتَهٗ فَوقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ؟ مَنْ غَشَّ فَلَيسَ مِنِّى)).

''اے اناج کے مالک! تم نے اس کو اناج کے اوپر کیوں نہیں رکھا؟ تاکہ یہ بھی لوگوں کو نظر آ سکے۔ جس نے دھوکہ دیا، اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔''

[صحيح] صحيح الجامع: 5811

❀......کیا وہ اپنی چرب زبانی کے ساتھ اپنے ناقص مال کو اعلیٰ کوالٹی کا مال بتا کر تو نہیں بیچتا؟ اگر ایسا ہی کرتا ہے تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ وہ خواہ کروڑوں کما لے، لیکن اس کا مال برکت سے محروم رہے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِى بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا))

''خرید وفروخت کرنے والے دونوں شخص (سودا ختم کرنے کا) تب تک اختیار رکھتے ہیں جب تک جدا نہ ہو جائیں، پھر اگر وہ سچی بات کریں اور (اس چیز کے خصائص اور عیوب) واضح طور پر بیان کر دیں تو ان کے سودے میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور اگر وہ دونوں جھوٹ بولیں اور (اس چیز کے عیوب کو) چھپائیں تو ان دونوں کے اس سودے میں سے برکت ختم کر دی جاتی ہے۔''

صحيح البخاری، كتاب البيوع، باب اذا بيّن البيّعان ولم يكتما ونصحا---الخ، ح: 2079

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

❀ ......کیا وہ صرف مال کمانے کے لیے جھوٹی قسمیں تو نہیں کھاتا رہتا؟ اگر ایسا ہے تو اسے نبی ﷺ کی زبان سے وارد ہونے والی یہ وعید سن لینی چاہیے:

((ثَلَاثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ))

''تین لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ روزِ قیامت نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا اور نہ ہی ان کا تزکیہ کرے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔''

رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا، تو میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ ہلاک و برباد ہونے والے اور خسارہ اٹھانے والے کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ ، وَالْمُنْفِقُ سَلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ))

''شلوار ٹخنوں سے نیچی رکھنے والا، احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم اٹھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔''

صحيح مسلم ، كتاب الإيمان ، باب بيان غلظ تحريم اسبال الازار ، ح: 106

❀ ......کیا اس نے ماپ تول کرتے ہوئے گاہک کو سودا کم تو نہیں تول دیتا؟ اگر ایسا کرتا ہے تو اسے باز آجانا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ❁ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ❁ وَاِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ❁﴾ [المطففين: 1 ـ 3]

''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے، جو لوگوں سے لیتے وقت تو پورا پورا ناپ تول کر لیتے ہیں، لیکن جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔''

❀ ......کیا وہ اپنے مزدوروں کو ان کی اُجرت بروقت ادا کرتا ہے؟ کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((أَعْطُوا الْأَجِيْرَ أَجْرَهٗ قَبْلَ أَنْ يَّجُفَّ عَرَقُهٗ))

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ہی اس کی اجرت دے دو۔''

[صحیح] سنن ابن ماجه، كتاب الرهون، باب أجر الأجراء، ح: ٢٤٤٣)

غرضیکہ ہم سب کو اپنے اپنے مالی معاملات، کاروباری معاملات اور لوگوں سے لین دین دیکھنا چاہیے کہ کیا ہم کسی نہ کسی سطح پر کسی کے ساتھ زیادتی تو نہیں کر رہے؟ کسی کا مال ناحق تو نہیں کھا رہے؟ اور اپنا مال بڑھانے کے لیے کسی کو لوٹ تو نہیں رہے؟ اگر مذکورہ صورتوں میں سے اور ان کے علاوہ دیگر کوئی بھی صورت ہم میں پائی جاتی ہے تو سمجھ لیجیے کہ اسلامی فلاحی ریاست کے قیام میں سب سے بڑی رکاوٹ ہم خود ہی ہیں۔ کیونکہ اگر ہم اپنی محدود اور انفرادی زندگی کو ہی مالی معاملات میں دھوکہ دہی، فریب اور بے ضابطگی سے پاک نہیں کر سکتے تو پھر ملکی لیول پر یہ خواہش رکھنا بیکار ہے کہ سیاست دان ملک سے کرپشن ختم کرنے میں کوئی کردار ادا کریں۔ اگر ہم پہل اپنے آپ سے کریں گے تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ سارے ملک کو مالی آسودگی بھی عطا کرے گا اور اس سے کرپٹ عناصر کا بھی خاتمہ کرے گا۔

⑨ دُنیا سے بے اعتنائی اور آخرت پر یقین:

ہمارے اندر مادیت پرستی اس وجہ سے اتنی زیادہ دَر آئی ہے کہ ہمارا آخرت پر ایمان و یقین کمزور ہو چکا ہے۔ اگر ہمیں اس پر پختہ ایمان اور یقین ہو کہ مسلمان کا اصل مقام آخرت میں ہے اور یہ دنیا محض امتحان کی جگہ ہے، تو یقین مانیں پھر کوئی بھی مسلمان اس دُنیا کو بنانے اور سنوارنے کے لیے اس قدر سخت دوڑ دھوپ نہ کرے بلکہ اس کو ایک سرائے اور قید خانہ سمجھ کر اس سے خلاصی اور نجات کے لیے بہترین اعمال کرے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فاقہ کشی میں بھی بادشاہت قائم رکھنے کے جو سنہری اصول مہیا فرمائے تھے ان سب کی بنیاد زُہد و قناعت پر ہی استوار تھی۔ انہوں نے دنیا کو ہیچ سمجھا تو دنیا ان کے تابع ہو گئی جبکہ ہم نے دنیا کو اہمیت دی تو دنیا نے ہمیں تھکا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مارا لیکن ہمارے ہاتھ نہیں آ رہی اور نہ ہی ہم اس سے سیر ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

((مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ، فَرَّقَ اللّٰهُ عَلَيْهِ أَمْرَهُ، وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ، وَمَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ نِيَّتَهُ، جَمَعَ اللّٰهُ لَهُ أَمْرَهُ، وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ))

''جس شخص کا مقصود حصولِ دنیا ہو، اللہ تعالیٰ اس کے کام بکھیر دیتا ہے، اس کا فقر اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور اسے دنیا اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے مقدر میں لکھی جا چکی ہوتی ہے۔ اور جس شخص کی نیت آخرت کا حصول ہو، اللہ تعالیٰ اس کے کام مرتب کر دیتا ہے، اس کے دل میں استغناء پیدا کر دیتا ہے اور دُنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔''

[صحيح] سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهم بالدنيا، ح: 4105

⑩ مدینہ جیسی مواخاۃ اور محبت بھرا تعلق:

مدینہ میں بسنے والے نبی کریم ﷺ کے پیارے صحابہ کا طرزِ عمل یہ ہوتا تھا کہ ہر مسلمان کے ساتھ بھائی چارہ قائم رکھتے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ بڑے ہی پیار ومحبت کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھتے اور ان کے دُکھوں کا مداوا کرتے۔ ان کی خوشی میں شریک ہوتے اور ان کا غم بانٹتے۔ ان میں ایثار کا جذبہ اس قدر تھا کہ اپنا آدھا آدھا مال اپنے مہاجر بھائیوں کو دے دیا، حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس دو بیویاں تھیں تو اس نے ایک کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے نکاح میں دے دی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مثالی فلاحی ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔

غصہ، ناراضی، رنجش، نفرت اور جھگڑے جیسی باتوں سے وہ ہمیشہ اجتناب ہی کیا کرتے تھے۔ وہ صرف دِینی وجوہات کی بناء پر ہی کسی سے ناراضی رکھتے تھے، اگر دُنیوی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امور کے باعث کسی سے جھگڑ پڑتے تو فوراً صلح میں پہل کی کوشش کرتے۔ ایک دوسرے کو محبت دینے اور محبت لینے میں حساس اس قدر تھے کہ ذرا سی بات پر بھی اپنے کسی مسلمان بھائی کی ناراضی کا شائبہ ہوتا تو پریشان ہو جاتے۔ جیسا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو سبھی اصحاب بڑے غمگین و پریشان تھے، حتیٰ کہ بعض تو وساوس کا شکار ہونے لگے۔ ان ہی دنوں کی بات ہے کہ میرے پاس سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ گزرے اور انہوں نے مجھے سلام کہا۔ میں کسی سوچ وفکر میں مگن ہونے کی وجہ سے ان کا سلام سن نہ سکا۔ اس بات کا انہوں نے برا منایا اور جا کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شکایت کر دی۔ چنانچہ وہ دونوں بزرگ میرے پاس تشریف لے آئے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ میں نے کہا: میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بولے: اللہ کی قسم! تم نے ایسا کیا ہے۔ چنانچہ میں نے عرض کیا: مجھے علم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے سلام کہا ہے۔

[صحيح بشواهده] مسند أحمد: 20

نبی کریم ﷺ کی گاہے بگاہے تعلیمات کا یہ نتیجہ تھا کہ اس وقت کوئی گھر اپنے ہمسائے کی غفلت کا شکار نہیں ہوتا تھا۔ ہر کسی کو اپنے ہمسائے کی فکر بھی اتنا ہی دامن گیر رہتی تھی جتنی اسے اپنے بال بچوں کی۔ آج بھی اگر ہم اسی سنت کو زندہ کریں تو ذرا سوچیں کہ کوئی گھر بھوکا رہ سکتا ہے؟ اگر ہر شخص اس کا لازمی طور پر اہتمام کرنے لگے کہ اس نے اپنے ہمسائے کی مالی ضروریات کا بھی خیال رکھنا ہے اور اسے ہاتھ اور زبان سے کوئی نقصان بھی نہیں پہنچانا، تو بتایئے! پورا معاشرہ افلاس، نفرت اور احساس محرومی سے نکل نہیں آئے گا؟

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اپنے دوست واحباب سے تعلق توڑنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے، چہ جائیکہ کسی رِشتے دار سے قطع تعلقی کے مرتکب ہوں!! اگر آج ہم بھی اپنے عزیزوں کا خیال رکھنے لگیں اور ہر بندہ اس کا اہتمام کرنے لگے تو کیا کوئی پریشان حال رہ سکتا ہے؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لہٰذا ہمیں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم جیسا ہی دردِ دل، فکرمندی اور اُلفت و محبت پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ جس سے تمام عالم مسخر ہو جائے۔ جس کے نتیجے میں خوشیوں اور امن و سلامتی کا ایک گہوارہ وجود میں آئے۔ جس سے اسلام کا صحیح تشخص بحال ہو سکے اور مسلمانوں کی اصل تصویر لوگوں کے سامنے آ سکے۔ ہم بات کے بھی سچے بن جائیں اور عمل کے بھی پکے ہو جائیں۔ ہمارے قول و عمل سے تضاد ختم ہو جائے۔ ہم نفرت اور عصبیت کو کہیں دُور پھینک آئیں۔ ہمارے دِل میں بس محبت ہی محبت ہو۔

تاثرات اور مشورہ کے لیے	خطبہ حاصل کرنے کے لیے	خطبہ رائٹر
حافظ شفیق الرحمٰن زاہد (مدیر)	03034125519	حافظ فیض اللہ ناصر
03015989211	03014843312	03214697056
	03424449009	

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com